فضیلتِ ماہِ رمضان

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
چیئرمین شعبۂ علومِ اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی۔ لاہور

پروفیسر چودھری عبدالحفیظ
چیئرمین شعبۂ علومِ اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی ۔ لاہور

شعبۂ علومِ اسلامیہ ۔ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

بار اوّل ———————— مئی ۱۹۸۱ء
مطبع ———————— ایورگرین پریس لاہور
باہتمام میاں احسان الہٰی
تعداد
ناشر ———————— باہتمام چوہدری عبدالحفیظ
شعبۂ علومِ اسلامیہ انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جس طرح سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں سے افضل، بیت اللہ کائنات کے تمام گھروں سے افضل، مسجدِ نبویؐ دُنیا کی تمام مساجد سے افضل، جبرائیل امینؑ تمام فرشتوں سے افضل، مدینہ طیبہ تمام شہروں سے افضل ــــ جُمعتہ المبارک تمام دنوں میں افضل (انَّ افضل الایام یوم الجمعۃ) لیلتہ القدر تمام راتوں سے افضل، اسی طرح رمضان المبارک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی فضیلت خود اللہ قرآن مجید میں بیان فرماتے ہیں۔

عام طور پر لوگ روزے اور شہرِ رمضان کی فضیلت کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رمضان المبارک کی فضیلت ایک الگ موضوع ہے اور روزے کی فضیلت ایک دُوسرا موضوع۔ "روزے کی فضیلت اور اہمیت" ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہاں صرف "رمضان المبارک کی فضیلت" تک اپنے اظہارِ خیال کو محدود رکھیں گے۔

"شہرِ رمضان" اور قرآن

ماہِ رمضان کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ

فی لیلة مبارکة - انا انزلنٰہ فی لیلة القدر - شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن "۔ اور قرآن میں صرف ماہ 'رمضان' کا نام آیا۔

رمضان المبارک کی فضیلت کے لیے صرف یہی بات بس کرتی ہے کہ اس میں وہ مقدس کتاب نازل ہوئی جو تمام کائنات کے لیے اللہ تعالےٰ کا آخری پیغام ہے - یہ پیغام ازلی، ابدی، سرمدی اور لافانی ہے۔ ؎

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ اُو رحمت للعالمیںؐ

اس کتاب ہدایت کے اندر کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں -

" ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین "

یہ تمام کائنات کے جنّ و انس کے لیے باعثِ شفا اور باعثِ رحمت ہے۔ وَ ننزّل من القراٰن ما ھو شفاءٌ و رحمة للمؤمنین ۔

(اسراء : ۸۲)

ابدی اور سرمدی ہدایت اور فرقانِ حمید ہے — ھدیً للناسِ و بیّنٰت مِن الھدیٰ و الفرقان " (البقرہ : ۱۸۵)

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

ولقد یسّرنا القراٰن فھل من مدکر (القمر : ۱۷)

اِنّہٗ لقراٰنٌ کریمٌ فی کتابٍ مکنون (الواقعہ : ۷۷)

لَو انزلنا ھٰذا القراٰن علےٰ جبلٍ لرایتہٗ خاشعًا متصدعاً من خشیة اللّٰہ - (الحشر : ۲۱)

بل ھو قراٰن مجیدٌ فی لوحٍ محفوظٌ (البروج : ۲۱)

انا انزلنٰہ قرانًا عربیًا لعلکم تعقلون (یوسف ۲:)

قرانا عربیًا غیر ذی عوج لعلھم یتقون (الزمر ۲۸:)

کتٰبٌ فصلت ایاتہٗ قرانًا عربیًا لقوم یعلمون (فصلت ۔ ۳)

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان ۱)

یہ ساری صفات اُس قرآن مجید، فرقان حمید اور کتابِ ہدایت کی ہیں جسے اس مقدس مہینے میں نزول کی سعادت حاصل ہوئی۔ گویا اللہ کا سب سے آخری مفصل ترین، جامع ترین اور ہر لحاظ سے مکمل و اکمل اور افضل ترین پیغام کا مرقع اس سب سے افضل مہینے رمضان میں نازل ہوا۔ گویا ماہِ رمضان نے نزولِ قرآن سے سندِ فضیلت پائی اور رمضان المبارک کی جس رات یہ اُتارا گیا وہ رات تمام راتوں سے افضل قرار پائی۔ وہ رات بھی رمضان کا مقدر ٹھہری اور اُس کا نام "لیلتہ القدر" قرار پایا۔ انا انزلناہُ فی لیلۃ القدر ہ دُوسری جگہ سورۂ دخان میں اسے لیلۂ مبارکہ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃٍ کہا گیا۔ ہم نے اس قرآن مجید کو شب قدر یا مبارک رات میں نازل کیا۔ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قرآن مجید رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر نازل ہُوا اور پھر آہستہ آہستہ ۲۳ سالوں میں اس کی تنزیل جاری رہی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے:

نزلت صحف ابراھیم اوّل لیلۃٍ من رمضان، و اُنزلتِ التوراۃُ لستٍ مضین، الانجیل لثلاث عشرۃ والقران لاربعٍ وعشرین

(حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے رمضان کی پہلی شب نازل ہوئے اور تورات سات رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل چودھویں رات اور قرآن ۲۵ رات نازل ہوا)

رات پچیسویں ہو یا ستائیسویں، وہ رمضان کی ہی رات ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے اور مستند احادیث کی روشنی میں لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اس بات کی تصدیق حضرت واثلہؓ بن الاسقع کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان القران انزل لیلۃ اربع وعشرین"۔ جو پچیسویں رات ہی بنتی ہے۔

جس مہینے میں قرآن نازل ہوا، وہ مہینہ (ماہِ رمضان) تمام مہینوں سے افضل، جس رات نازل ہوا وہ رات ساری راتوں سے افضل، جس پر نازل ہوا وہ نبی تمام انبیاء سے افضل۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل ... نسیمِ صبح تیری مہربانی

لفظ "رمضان" کے لغوی معنی کی بحث میں ہم نہیں الجھنا چاہتے اس لیے کہ اس میں علماءِ لغت کو کافی اختلاف ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا ... غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے؟

مختصراً یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مشہور قول دو ہیں۔ "رمضان" "الرمض" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ موسلا دھار بارش جو فصلِ خریف کے وقت برستی ہے اور گرد و غبار سے روئے ارض کو پاک صاف کر دیتی ہے"۔ رمضان" کو اس لیے رمضان کہا گیا ہے کہ رحمتِ الٰہی کی موسلا دھار بارش انسان کو ذہنی، جسمانی اور روحانی غلاظتوں سے پاک کر دیتی ہے۔

دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ "رمضان" — "رمض" کا مصدر ہے سنگلاخ زمین جب سورج کی حدت اور گرمی کی شدت سے دہک اٹھتی ہے اور اس

کی غلاظتیں جل جاتی ہیں تو اس سرزمین کو رمضان کہتے ہیں ۔ رمضان المبارک میں اللہ کی یاد اور تلاوتِ کلامِ پاک سے گناہوں کی غلاظتیں جل جاتی ہیں ۔ روحانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے ۔ اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں"۔ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

" انما سُمّی رمضان لانّہٗ یرمض ذنوب عبادہٖ "

اسے رمضان اس لیے کہا گیا کہ یہ اللہ کے بندوں کے گناہوں کو جلا دیتا ہے ۔

امام راغبؒ اصفہانی لکھتے ہیں : رمضان ۔ رمض سے مشتق ہے جس کے معنی سخت تپش کے ہیں ۔ اَرْمَضَنَہٗ ۔ سخت تپش نے اُسے جھلس دیا ۔ ارضٌ رمِضۃٌ ۔ سخت گرم زمین ۔

شہرِ رمضان ۔ اللہ کا مہینہ

ماہِ رمضان کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے نام سے منسوب کیا ہے ۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

" لا تقولوا جاءَ رمضان و ذھب رمضان و لکن قولوا جاءَ شھر رمضان و ذھب شھر رمضان فان رمضان اسمٌ من اسماءِ اللہ "۔

(یہ مت کہو کہ رمضان آیا اور رمضان چلا گیا بلکہ یہ کہو" ماہ رمضان آیا اور ماہِ رمضان چلا گیا ۔ کیونکہ " رمضان " اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے) ۔

پس اس لحاظ سے یہ" شہر رمضان" یعنی شہر اللہ — " اللہ کا مہینہ " ہُوا ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنے نام سے منسوب کر لیا اور نسبت

بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کعبے سے ان بُتوں کو بھی نسبت ہے دور کی۔ مکہ چونکہ محبوبِ ربّ العلمین کی جائے قیام تھی اور جن گلی کوچوں سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا گزر ہوتا تھا وہ اللہ کو عزیز تھیں۔ اس نسبت کا ہی کرشمہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسمیں کھانے لگا۔

لَآ اقسم بھذا البلد وَ انت حلٌ بِھذا البلد (البلد:۱)

(میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اس لیے کہ آپؐ اس میں رہائش پذیر ہیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایک عاشق نے کتنی سچی اور پاکیزہ بات کہی ہے :

أیا ساکنیَ اکناف طیبہ کلکم
الی القلب من اجل الحبیبِ حبیبٌ

(اے مدینہ طیبہ اور اس کے اطراف و اکناف میں بسنے والو! تم سب اس لیے مجھے محبوب ہو کہ تم دیارِ حبیبؐ میں رہتے ہو)۔

یثرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے مدینہ منوّرہ، مدینہ طیبّہ کہلایا۔ نعتوں میں آنحضرتؐ کے شہر کا کس محبت سے ذکر آتا ہے۔ اس شہر کو جانے کی امنگیں اور آرزوئیں ہر عاشقِ رسولؐ کے سینے میں مچلتی ہیں کیوں ؟ اس لئے کہ اس میں آنحضرتؐ کا بسیرا ہے۔

صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا ہوا۔ وہ اونٹنی اللہ کی نظر میں محترم ہو گئی۔ اونٹنی کو صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت نے جنّت عطا کی۔ اصحابِ کہف کے کتّے نے جب اُن کا ساتھ نہ چھوڑا اور غار کے دہانے پر اُن کی رکھوالی کرتا رہا۔ "کلبھم باسطٌ ذراعیہِ بالوصید" ——

تو اصحابِ کہف کی نسبت نے کُتّے کو جنّت کا حقدار ٹھہرا دیا۔

یہی بات ایک دُنیادار عاشق نے کہی۔ وہ گھر، وہ گلیاں اور وہ کوچے جہاں لیلیٰ رہتی تھی وہ مجنوں کو بہت عزیز تھے۔ جب کبھی اُس کا لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ دیوانہ وار اُس کے در و دیوار کو چُومنے لگ جاتا اور زبانِ حال سے کہتا:

امرّ علی الدیار دیارِ لیلیٰ
اُقبّل ذا الجدار و ذا الجدار

(میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں تو کبھی اِس دیوار کو چُومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو چُومتا ہوں)۔

جب لوگ اُس سے اس حرکت کی علّت پُوچھتے تو وہ پکار اُٹھتا۔

وما حبُّ الدیار شغفن قلبی ولکن حُبّ من سکن الدیار

(یہ اینٹوں اور پتھروں سے بنے ہُوئے گھر کی محبت نہیں ہے جس نے مجھے اس کام پر مجبور کیا بلکہ اس گھر کے رہنے والوں کی محبت اور نسبت کا تقاضا ہے کہ میں انہیں چُومنے پر مجبور ہوں)

یہ واقعہ زبان زد خاص و عام ہے کہ لوگوں نے جب مجنوں کو دیکھا کہ وہ ایک کُتّے کے پاؤں چُوم رہا ہے تو اسے اس بات پر ٹوکا۔ بزبانِ سعدیؒ مجنوں نے کہا ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بُود
گفت گاہے گاہے ایں در کوئے لیلیٰ رفتہ بُود

غالباً انگریزی میں "LOVE ME LOVE MY DOG" کا اندازہ...

محاورہ یہیں سے لیا گیا ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ نسبت سب سے بڑی چیز ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کے گھر تشریف لائے، حضرت انسؓ کی والدہ نے آپ کے پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا۔ حضرت امّ سلیمؓ کے گھر آنحضرتؐ نے ایک روز قدم رنجہ فرمایا۔ پانی کا مشکیزہ چھت سے لٹک رہا تھا۔ اس کے دہانے سے منہ لگا کر پانی پیا۔ حضرت امّ سلیمؓ نے اس مشکیزے کا دہانہ کاٹ کر اپنے گھر میں محفوظ کر لیا۔ یہ دو چار انچ چمڑے کا ٹکڑا اس قدر متبرک کیوں ٹھہرا، اس لیے کہ اسے رسولِ اکرمؐ کے مقدس لبوں نے چھو لیا تھا۔

اسی طرح ماہِ رمضان کو "اللہ کا مہینہ" ہونے کا شرفِ عظیم بھی حاصل ہے۔ رمضان کی اللہ سے یہ نسبت بہت بڑی نسبت ہے۔

ماہِ رمضان اور لیلۃ القدر

ماہِ رمضان کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ رات ماہِ رمضان میں رکھی ہے جسے تمام راتوں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرمایا تھا: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ○ وہاں یہ بھی بتا دیا: وما ادرٰک ما لیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر خیرٌ من الفِ شھر ○ تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر ○ سلٰمٌ ھِیَ حتّٰی مطلع الفجر ○ —— اس رات کو سورۂ دخان کی آیت نمبر ۳ میں "مبارک رات" (انا انزلناہُ فی لیلۃ مبارکۃٍ) قرار دیا گیا۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی بات کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہو، تو سوالیہ انداز میں مخاطب کو خطاب کرتے ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے

حبیبؐ کو اسی انداز میں خطاب کیا۔ وما ادرٰک ما لیلۃ القدر ؟ آپ جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی فضیلت کیا ہے ؟ مخاطب کو SUSPENSE میں ڈال کر پھر خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ SUSPENSE کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب اپنی پوری توجہ اور انہماک سے خطیب کی بات سُنے۔ گوشِ ہوش نیوش وا کرے اور کانوں کے راستے بات کو دل کی پہنائیوں میں اُتارے۔ جواب خود یوں دیا کہ "لیلۃ القدر" کی (عبادت) خیرٌ من الف شھر ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ جبرائیلِ امین اس رات فرشتوں کے لاؤ لشکر لے کر زمین پر اُتر آتے ہیں اور غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک اللہ کے بندوں کی محفلوں اور عبادت گاہوں میں انہیں اللہ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی فضیلت درحقیقت ماہِ رمضان کی فضیلت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

" من قام لیلۃ القدر ایمانًا و احتسابًا غفر لہٗ ما تقدم من ذنبہٖ"

جس آدمی نے یقین اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر کمال اخلاص اور مکمل دلجمعی کے ساتھ (اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے) لیلۃ القدر کا قیام کیا تو یقینًا اس کے پچھلے گناہ سارے کے سارے معاف کر دیے جاتے ہیں۔

دُوسری حدیث میں آنحضرت نے رمضان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لیلۃ القدر کا بطورِ خاص ذکر کیا : ایھا الناس قد اظلکم شھرٌ عظیمٌ شھرٌ مبارکٌ شھرٌ فیہ لیلۃٌ خیرٌ من الفِ شھر۔

(اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے۔ وہ ماہِ مبارک ہے، وہ ایسا مبارک مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات آتی ہے (جس کی عبادت) ہزار مہینوں (کی عبادت سے) بہتر ہے۔ جو اس کے خیر سے محروم رہا فقد حرم الخیر کلھا)۔ وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ گویا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے "لیلۃ القدر" کو رمضان المبارک کی فضیلتوں کا ایک حصہ قرار دیا۔

لیلۃ القدر کیوں عطا ہوئی؟

ابو حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو متواتر ایک ہزار مہینے تک (۸۳ سال ۴ ماہ) اللہ کی راہ میں لڑتا رہا۔ صحابہ کو تعجب کے ساتھ ساتھ یہ اشتیاق ہوا کہ کاش وہ بھی اس قدر ثواب حاصل کر سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے "سورہ قدر" کو نازل فرما دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو گزشتہ اُمتوں کے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں۔ آنحضرت ؐ نے خیال کیا کہ میری اُمت کے لوگ لمبی عمر نہ ہونے کی وجہ سے اتنے اعمال نہیں کر سکیں گے جتنے ان لوگوں نے کیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جس کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ (فاعطاہُ اللہ لیلۃ القدر خیرٌ من الف شھر)

ابو حاتم ؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنی اسرائیل کے چار انبیا (حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ) کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اسّی اسّی سال تک اس طرح عبادت کی کہ ایک لحظہ بھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو رشک ہوا۔ پس اسی وقت جبرائیل امین تشریف لائے اور بتایا بیشک اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہتر چیز آپ کو عطا کی ہے۔ پھر جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ "القدر" کی تلاوت کی اور فرمایا بنی اسرائیل کے جن کارناموں پر آپ کی اُمّت نے رشک کا اظہار کیا یہ رات اُن سے کہیں افضل ہے پس اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بے حد خوش ہُوئے۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اُمّتِ محمّدیہ کی لاج رکھ لی اور انہیں سابقہ اُمتوں کے مقابلے میں محض ایک رات کی عبادت کے ثواب کو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا۔ بد بخت ہوگا وہ انسان جو ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت سے استفادہ نہ کرسکے۔

لیلۃ القدر کونسی رات ہے

جب یہ ثابت ہوگیا کہ "شھر رمضان الذی اُنزِلَ فیہ القراٰن" ——— ماہ رمضان میں قرآن نازل ہوا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ لیلۃ القدر میں نازل ہوا - انا انزلناہُ فی لیلۃ القدر ——— اب صرف یہ تعیین باقی رہ گئی کہ وہ رات رمضان المبارک کی راتوں میں سے کونسی رات ہے۔

اس سلسلے میں مختلف علماء کی آراء مختلف ہیں بعض کے نزدیک وہ اکیسویں رات ہے بعض ۲۳ ویں رات کو لیلۃ القدر قرار دیتے ہیں، بعض رمضان المبارک کی ۲۵ ویں رات کو لیلۃ القدر تسلیم کرتے ہیں۔ اکثر علمائے ۲۷ ویں رات کے لیلۃ القدر ہونے پر متفق ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ ۲۹ ویں رات ہے

اور کچھ ایسے بھی ہیں جو رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں اسکے بدل بدل کر آنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں یہ سب باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان۔

(لیلۃ القدر کو ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو)۔

حضرت عائشہؓ سے دوسری حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

(لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو)۔

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"التمسوھا فی العشر الاواخر من رمضان لیلۃ القدر فی تاسعۃٍ تبقیٰ وفی سابعۃٍ تبقیٰ، فی خامسۃٍ تبقیٰ"

(لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی ہوں (یعنی اکیسویں شب) جب سات راتیں باقی ہوں (یعنی تیئسویں شب) جب پانچ راتیں باقی ہوں (یعنی پچیسویں شب)

مسلم شریف میں ہے حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"التمسوھا فی التاسعۃ والسابعۃ والخامسۃ"

حضرت ابوسعید الخدریؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "اَنَّ رسول اللہ اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قُبۃٍ تُرکیۃٍ .... ثم اطلع راسہ فکلم الناس

فدنوامنه فقال : انی اعتکفت العشر الاوّل العنس ھٰذہ اللیلۃ ثمّ اعتکفت العشر الاوسط ثم اتیتُ فقیل لی ، فی العشر الاواخر۔

(رسولِ اکرمؐ نے رمضان المبارک کے پہلے دس دنوں کا اعتکاف کیا۔ پھر دوسرے دس دنوں کا اعتکاف ایک ترکی خیمے میں کیا۔ پھر خیمے سے سر باہر نکال کر لوگوں کو اپنے قریب بُلایا۔ جب وہ پاس آ گئے تو فرمایا : مَیں نے اس رات (لیلۃ القدر) کو تلاش کرنے کے لیے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا (لیکن لیلۃ القدر کو نہ پایا) پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا (مگر لیلۃ القدر نہ ملی) پھر میرے پاس ایک پیامبر (جبرائیل) آیا اس نے مجھے بتایا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس دنوں میں ہے)۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ چند صحابہؓ نے خواب میں دیکھا کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں ہے۔ اس بات کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا : اری رُؤیا کم قد تواطأت فی السبع الاواخر، فمن کا متحریّھا فلیتحرّھا فی السبع الاواخر"

(مَیں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب ان راتوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ پس جو اسے تلاش کرنا چاہے اُسے چاہیے کہ آخری عشرہ کی سات طاق راتوں میں تلاش کرے۔

حضرت عبادہؓ بن صامت نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایک دفعہ لیلۃ القدر کے بارے میں پُوچھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا :

فی رمضان فالتمسوھا فی العشر الاواخر فانھا فی وتر احدی

وعشرین او ثلاثٌ وعشرین او خمسٌ وعشرین او سبعٌ وعشرین او
تسعٌ وعشرین او فی آخر لیلۃ "

(فرمایا: رمضان المبارک میں اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں اکیسویں،
تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں انتیسویں اور تیسویں میں تلاش کرنا۔

ان سب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ "لیلۃ القدر" رمضان المبارک
کے آخری دنوں اور پھر آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں موجود ہوتی ہے۔
اگرچہ بعض روایات سے چوبیسویں رات کو "لیلۃ القدر" کا ثبوت بھی ملتا
ہے۔ ابوسعید خدریؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: "لیلۃ القدر لیلۃ اربع وعشرین"۔

بعض علماء نے آخری دس دنوں کی جفت راتوں میں بھی لیلۃ القدر کے
امکان کو رد نہیں کیا، مگر مستند اور ثقہ احادیث کی روشنی میں یہ بات پایۂ تحقیق
کو پہنچ چکی ہے کہ لیلۃ القدر اکثر و بیشتر اغلباً ہمیشہ طاق راتوں میں ہی آتی ہے۔

اکیسویں رات

لیلۃ القدر کا اکیسویں رات کو آنا بھی رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آنحضرتؐ کا
فرمان ہے: "وانی اریتُھا لیلۃ وتر وانی اسجد صبیحتھا فی طین و
ماءٍ فاصبحَ من لیلۃ احدی وعشرین لصلاۃِ الصبح فمطرتِ
السماءُ فوکفَ المسجد فابصرتُ الطین والماء"۔

فخرج حین فرغ من صلاۃ الصبح وجبینہٗ وروثۃُ انفہٖ
فیھما الطین والماء واذا ھی لیلۃ احدی۔

(مجھے لیلۃ القدر کا تعین خواب میں کرایا گیا۔ میں نے اپنے آپ کو

کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا صحابی کہتے ہیں کہ جس رات بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرمؐ کی پیشانی مبارک اور ناک پر کیچڑ کے نشانات تھے اور وہ رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی۔

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"فمطرت السماءُ تلك الليلة وكان المسجد علٰى عريشٍ فوكف المسجد فبصرت عيناىَ رسول الله وعلٰى جبهته اثر الماءِ والطين من صبيحه احدٰى وعشرين۔"

ابو سعیدؓ کہتے ہیں جس رات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کو دیکھا اسی رات بارش ہوئی۔ مسجد ٹپک پڑی اس لیے کہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی اور میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا نشان دیکھا۔ یہ اکیسویں رات کی صبح تھی۔

تیئسویں شب مذکورہ حدیث کے متن میں معمولی سی تبدیلی کے ساتھ لیلۃ القدر کا تیئسویں شب کو آنا بھی ثابت ہے۔

الفاظ اس طرح ہیں: "اُريتُ ليلة القدر ثم انسيتُها وأرانى صبحتها اسجد فى ماءٍ وطينٍ وقال: فمطرنا ليلة ثلاثٍ وعشرين۔"

(مجھے لیلۃ القدر کی تعیین بتائی گئی پھر مجھے اس کی تعیین بھلا دی گئی۔ میں نے اس رات دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ صحابی کہتے ہیں وہ بارش کی رات رمضان المبارک کی تیئسویں رات تھی)۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اعلمت بلیلۃ القدر ثم اُنسیتھا وفی روایۃٍ نسیتھا۔ واراتی صبحھا اسجد فی ماءٍ وطین فنزل المطر لیلۃ ثلاث وعشرین۔" مجھے لیلۃ القدر کا علم عطا کیا گیا پھر مجھے وہ بھلا دی گئی۔ ایک روایت میں ہے میں اُسے بھُول گیا۔ میں نے اس رات کی صبح کو دیکھا کہ میں بارش سے تر زمین (کیچڑ) میں سجدہ کر رہا ہوں اور بارش تیئسویں رات کو ہوئی تھی۔"

ابو داؤد میں ہے:

عن عبد اللہ بن انیس قال قلت یارسول اللہ اِنّ لی بادیۃ اکون فیھا بحمد اللہ فمرلی بلیلۃ انزلھا الی ھذا المسجد فقال انزل لیلۃ ثلثٍ وعشرین۔"

عبد اللہ بن انیسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی اے اللہ کے نبی میں دیہاتی آدمی ہوں اور اللہ کے فضل سے دیہات میں (نماز روزہ) بھی کرتا ہوں مجھے حکم فرمایئے کہ کس رات میں آپ کی مسجد میں قیام کروں تو آپ نے فرمایا تیئسویں رات اِدھر بسر کرو۔

گویا اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق تیئسویں رات لیلۃ القدر تھی۔

ان احادیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کا تیئسویں رات کو آنا بھی ثابت ہے۔

پچیسویں شب

ایک جگہ الفاظ اس طرح ہیں:

" خرجت لاخبرکم بلیلۃ القدر فتلاحی فلاں وفلاں (تشاتما اللذین کان بینھما) فرفعت وعسٰی ان یکون

خیرًا لکم فالتمسوھا فی التاسعة والسابعة والخامسة "

"میں (خیمۂ اعتکاف) سے باہر نکلا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دوں۔ تم میں سے فلاں فلاں کسی قرضے کے سلسلے میں جھگڑا کر رہے تھے پس اس کا علم اُٹھا لیا گیا، تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اسے پچیسویں، ستائیسویں اور اُنتیسویں رات میں تلاش کرو۔"

ستائیسویں شب

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہی لیلۃ القدر ہوتی ہے صحابۂ کرام علماء سلف وخلف اور اولیاء اللہ کے مشاہدات وتجربات سے بھی لیلۃ القدر کا ستائیسویں رات میں آنا ثابت ہے۔

"عن زر بن حبیش رحمہ اللہ قال سألت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فقلت إن اخاک مسعود رضی اللہ عنہ یقول من یقم الحول یصیب لیلة القدر فقال رحمه الله ۔ اراد الا یتکل الناس أما انه قد علم انها فی رمضان وانها فی العشر الاواخر وانها لیلة سبع وعشرین ثم حلف لا یستثنی انها لیلة سبع وعشرین، فقلت بای شیء تقول ذلک یا ابا المنذر قال بالعلامة او بالآیة التی اخبرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم انها تطلع یومئذ لا شعاع لها۔"

(حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو آدمی سال بھر قیام کرے وہ لیلۃ القدر کو پالیتا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اُن پر رحم کرے۔ اُن کا خیال یہ ہے کہ لوگوں کو اگر بتا دیا گیا کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہے تو یہ غفلت کریں گے۔ جہاں تک

لیلۃ القدر کا تعلق ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ماہِ رمضان میں ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ رمضان کی آخری راتوں میں ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ ستائیسویں رات ہے۔ پھر انہوں نے باقی تمام راتوں کی نفی کرتے ہوئے حلفاً کہا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں کی رات ہے۔ ابی زرؒ کہتے ہیں میں نے اُن سے کہا آپ کس بات پر اس وثوق سے کہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا اس نشانی کے ذریعے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ اس روز سُورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔

ابوداؤد کے الفاظ میں: "قُلت ما الآیۃ ؟ قال: تصبح الشمس صبیحۃ تلک اللیلۃ مثل الطّست لیس لھا شعاعٌ حتّٰی ترتفع" (میں نے عرض کی وہ کونسی نشانی ہے، آپؐ نے فرمایا اس رات کی صبح سُورج بڑے تھال کی مانند طلوع ہوتا ہے اور اس کے بلند ہونے تک کوئی شعاع نہیں ہوتی)۔

حضرت معاویہؓ بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر لیلۃ سبعٍ وعشرین۔" (لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے)۔

حاکمؒ اور عبدالرزاقؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو بلایا اور اُن سے لیلۃ القدر کے بارے میں دریافت کیا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: " انی لاعلم او اظن ای لیلۃ ھی، قال

عمرؓ: ما هی؟ قال سابعة تمضی من العشر الاواخر او سابعة تبقی منها (ای هی لیلة و سبع و عشرین او ثلاث و عشرین) فقال عُمرؓ: من این علمت ذٰلك قال: خلق الله سبع سمٰوٰتٍ و سبع ارضین و سبعة ایّام و ان الشهر یدور علٰی سبعٍ والانسان خلق من سبعٍ و یأکل من سبعٍ، و یسجد علٰی سبعٍ، والطوافُ سبعًا، والجمار سبعٌ۔ فقال عُمرؓ: لقد فطنت لامرٍ مّا فطنّا له۔"

(بیشک مجھے لیلۃ القدر کا علم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ کونسی رات ہے؟ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ستائیسویں شب۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے سات آسمان پیدا کیے، سات زمینیں پیدا کیں۔ سات دن بنائے اور مہینہ سات دنوں میں ہی گردش کرتا ہے۔ انسان کو سات چیزوں سے پیدا کیا گیا۔ سات چیزیں کھاتا ہے، سات چیزوں پر سجدہ کرتا ہے طواف بھی سات (چکر) ہیں اور شیطان کو پتھر بھی سات مارے جاتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے اپنی ذہانت سے اس چیز کو بھانپ لیا جسے ہم نہیں بھانپ سکے۔)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

" من کان متحریها فلیتحرها لیلة السابع والعشرین"

(جو آدمی اس رات کو تلاش کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اسے ستائیسویں رات میں تلاش کرے)۔

انتیسویں رات حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا:

" انھا فی لیلۃٍ سابعۃٍ او تاسعۃٍ وعشرین وان الملئکۃ تلک اللیلۃ فی الارض اکثر من عدد الحصی"

(لیلۃ القدر ماہِ رمضان کی ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے اور اس رات زمین پر فرشتوں کی تعداد کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے)۔

تیسویں رات

بعض روایات سے یہ بھی سراغ ملتا ہے کہ آنحضرت نے رمضان المبارک کی تیسویں رات میں بھی لیلۃ القدر کا امکان ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: "عن النبی فی لیلۃ القدر انھا آخر لیلۃٍ"۔۔۔۔۔۔ وہ رمضان المبارک کی آخری رات ہے۔

ان احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "لیلۃ القدر" ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں آتی ہے اور آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ ہر سال بدل بدل کر کبھی اکیسویں رات، کبھی تیئسویں رات، کبھی پچیسویں رات، اکثر ستائیسویں رات اور کبھی انتیسویں رات جلوہ نما ہوتی ہے۔ جفت راتوں میں اس کے امکان کو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جاسکتا لیکن زیادہ تر احادیث کا وزن طاق راتوں کے پلڑے میں ہی ہے۔

تعیین نہ کرنے کی حکمت

ہم پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ کو اس کا علم عطا ہوا، پھر احباب کی لڑائی کی وجہ سے وہ علم واپس لے لیا گیا۔ یہ دراصل مصلحتِ خداوندی اور حکمتِ ایزدی کا تقاضا ہی تھا کہ اس کے علم کو مخفی رکھا جائے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے ارشادات کی

روشنی میں بات واضح ہے: "فرفعت وعسٰی ان یکون خیرًا لکم" اس کی تعیین اُٹھا لی گئی اور یقیناً یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے۔"

اگر لیلۃ القدر کو ایک رات میں متعین کر دیا جاتا تو محبوبِ حقیقی کے چاہنے والے لذتِ انتظار سے محروم رہتے۔ جو لطف تڑپنے پھڑکنے میں ہے، وہ ساکت و جامد ہو کر ایک رات بیٹھ رہنے میں کب ہے۔

؎ جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر
وہ مزا شائد کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے — دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے

عاشقِ زار جب تک پہلو بدل بدل کر اس کے وصال کی خاطر بیقرار نہیں رہتا وصال کا لطف نہیں اُٹھا سکتا۔ ؎

من لم یذق حرق الھوٰی — لم یدر ما جھد البلا

(جس نے محبت کی سوزش اور جلن کا مزا نہیں چکھا وہ کیا جانے کہ محبت کی سختیاں کیا ہیں)۔

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ان چاہنے والوں کا حال بیان فرمایا:

"تتجافٰی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفًا وطمعًا"

مرے طلبگار، میرے عشق میں سرشار نرم گرم بستروں پر سو نہیں سکتے۔ جونہی آدھی رات ہوتی ہے بے مضطرب ہو کر پہلو بدلنے لگ جاتے ہیں اور آخر کار نرم و گداز بستر چھوڑ کر میرے ساتھ ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ گویا عشق مجازی ہو یا حقیقی اس کی واردات و کیفیات ایک جیسی ہوتی ہیں۔ غالب نے کہا تھا:

؎ کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

اگر لیلۃ القدر کو ایک رات میں متعین کر دیا جاتا تو اس کی تلاش و جستجو اور تڑپ میں جو لذت عشاق کو اب میسر ہے وہ کیسے نصیب ہوتی۔

؎ عشق میں زندگی کا یہی ہے مزا عاشقِ زار پہلو بدلتا رہے

لیلۃ القدر کی صرف ایک رات میں تعیین سے محبوبِ حقیقی کے چاہنے والوں کو صدمہ ہوتا اور عین ممکن ہے وہ سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی حاصل نہ کر پاتے۔ جذب و مستی، شوق اور سرمستیوں کو نہ پاکر عشقِ حقیقی سے منہ موڑ لیتے۔ ؎

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

سو "لیلۃ القدر" کو محض ایک رات میں متعین نہ کرکے اسے تیرِ نیم کش کی مانند ہر عاشقِ زار کے دل میں ترازو کر دیا گیا۔ وہ تو محبوبِ حقیقی کے وصال میں تڑپنے اور پھڑکنے کا ایک بہانہ ہے تاکہ عشقِ حقیقی میں سرشار یہ دیوانے ہر رات زبانِ حال سے یہ کہہ سکیں:

دل و جاں فدائے راہے کبھی آکے دیکھ ہمدم
سرِ کوئے دلفگاراں شبِ آرزو کا عالم

تو بزن بر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست
بجرمِ عشق توام می کشند غوغائیست

"لیلۃ القدر" کا حسن یہی ہے کہ وہ ایک رات میں متعین نہ ہوتی۔
دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر لیلۃ القدر صرف ایک ہی رات میں ہوتی اور مسلم

اپنی بیماری، سفر یا کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے اس رات قیام نہ کر سکتا تو اسے سال بھر اس نعمت سے محرومی کا احساس پریشان رکھتا اور عین ممکن ہے کہ اگلے سال تک زندگی وفا نہ کرتی اور رمضان سے پہلے پہلے اللہ کی طرف سے بلاوا آجاتا تو "لیلۃ القدر" کو نہ پانے کا زخم ناسور بن کر ہمیشہ انسان کا مقدر بن جاتا۔ اب اگر ایک رات ہم "لیلۃ القدر" کو تلاش نہیں کر سکتے تو باقی راتوں میں وقت نکال سکتے ہیں، اس لحاظ سے یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے جس سے ہر کس و ناکس بقدر ہمت و استطاعت فیضیاب ہو سکتا ہے لہٰذا "لیلۃ القدر" کی تعیین کا علم اُٹھا لینا ہی اُمتِ محمدیہ کے لیے ہر لحاظ سے سُود مند تھا۔

" لیلۃ القدر خیرٌ من الفِ شھر" ـــــ اس رات کی عبادت کی فضیلت محتاجِ بیان نہیں۔ ایک ہزار مہینوں کے ۸۳ سال ۴ ماہ بنتے ہیں۔ آج کل اوسط عمر ۶۰، ۷۰ برس ہے۔ اگر کسی مُسلمان کو ۴۰ سال تک رمضان کے قیام کی سعادت نصیب ہوئی تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مسلمان نے کتنے سال کی عبادت کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

لیلۃ القدر میں کیا دُعا مانگیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دُعا مانگوں۔ آنحضرت نے فرمایا:

قولی: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(تُو کہہ، اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے، پس تُو مجھے بھی معاف کر دے)۔

ماہِ رمضان اور اعتکاف

عبادت کی چار اقسام اللہ تعالیٰ بیان

فرماتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو حکم ہوا:
"وطهرا بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود۔"
— میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے
اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھو)۔
خانہ کعبہ میں آٹھوں پہر چوبیں گھڑی عبادت کرنے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے
دراصل مختلف افراد کے مختلف طبائع ہوتے ہیں۔ اُن طبائع کے مطابق کچھ
لوگوں کو اللہ کے گھر کے چکر پہ چکر لگانے میں لطف محسوس ہوتا ہے۔

ع دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

کچھ ایسے ہیں جنہیں بیت اللہ کے کسی کونے میں بیٹھ رہنے اور سر نہوڑا
کر اس کی یاد میں لطف آتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نفل پر نفل پڑھنے چلے
جاتے ہیں انہیں رکوع و سجود سے لذت نصیب ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے
انسانوں کی طبائع کے مطابق عبادت کی قسمیں مقرر کردی ہیں۔ ماہِ رمضان المبارک کے
اعتکاف کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ" قرار دیتے ہیں۔ اگر محلے میں سے ایک آدمی مسجد
میں آخری دس دنوں کا اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔
اعتکاف دراصل دُنیا سے کٹ کر تنہائی میں لیلۃ القدر کو ڈھونڈنے کا
اہتمام ہے۔ مولانا جوہرؔ نے کہا تھا: ع

تنہائی کے یہ دن ہیں، تنہائی کی یہ راتیں
اب ہونے لگیں اُن سے چھپ چھپ کے ملاقاتیں

رمضان کے علاوہ بھی اعتکاف ہو سکتا ہے مگر جو لذت رمضان المبارک کے

آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی نسبت سے اعتکاف کو حاصل ہے وہ سال کے دوسرے دنوں میں کہاں میسّر آسکتی ہے۔ تو گویا اعتکاف بھی رمضان کی فضیلتوں کا ایک حصّہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں: سمعتُ صاحب هٰذا القبر یقولُ: من مشی فی حاجةِ اخیه وبلغ فیها کان خیرًا لَهٗ من اعتکافِ عشر سنین وَمن اعتکف یومًا ابتغاء وجه اللّٰهِ جعل اللّٰهُ بینه وبین النار ثلاث خنادقَ ابعد مما بین الخافقین ۔"

(میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سُنا آپ فرما رہے تھے جو آدمی کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے تو یہ بات اس کے لیے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور جو آدمی اللہ کی رضامندی کی خاطر اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسکے اور دوزخ کے درمیان تین خندق فاصلہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر خندق کا فاصلہ مشرقِ اور مغرب کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ ہوتا ہے)۔

حضرت حسینؓ روایت کرتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"من اعتکف عشراً فی رمضان کان کحجتین وعمرتین۔"

(جس نے رمضان المبارک میں دس دنوں کا اعتکاف کیا گویا اس نے دو حج اور عمرے کر لیے)۔

شہرِ عظیم، شہرِ مبارک

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ماہِ رمضان کی فضیلت بیان کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی بہت سی دوسری فضیلتوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب شعبان کی آخری تاریخ تھی تو رسولِ اکرمؐ نے ہمیں ایک خطبہ دیا۔ فرمایا:

"یا ایہا الناس قد اظلکم شہرٌ عظیمٌ شہر مبارکٌ"

(اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے۔ یہ بابرکت مہینہ ہے)۔

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتاکم رمضان شہرٌ مبارکٌ فرض اللہ علیکم صیامہٗ"۔

ایک جگہ فرمایا: ان اللہ تعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسننتُ لکم قیامہٗ فمن صامہٗ وقامہٗ ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبہٖ کیوم ولدتہ اُمّہٗ۔"

آنحضرتؐ کے خطبے سے جس طرح رمضان مبارک کی فضیلت مترشح ہے اُسے ہم مختلف عنوانات کے تحت درج کرتے ہیں:۔

نفل بمنزلہ فرض

من تقرب فیہ بخصلةٍ من الخیر کان کمن ادّٰی فریضةً فیما سواہُ" (جو آدمی رمضان المبارک میں نفلی عبادت کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ گویا اس نے درمضان میں، فرض عبادت کا ثواب حاصل کیا۔) یعنی رمضان المبارک میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر اللہ تعالیٰ عطا کرتے ہیں۔ صدقہ خیرات کرنے والے کو زکوٰۃ عطا کرنے کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور یہ درجہ صرف اور صرف رمضان کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ دُوسرے کسی مہینے میں نفلی عبادت کا ثواب فرض عبادت کے مطابق نہیں ہوتا۔

ایک فرض بمنزلہ ستر فرض

آنحضرتؐ نے فرمایا: ومن ادّٰی فریضةً فیہِ کان کمن ادّٰی سبعین فریضةً فیما سواہُ"۔

17300

"جو آدمی رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا رمضان کے علاوہ ستّر فرضوں کے ادا کرنے کے مصداق ہے۔"

مراد واضح ہے کہ رمضان المبارک میں ایک فرض کا ثواب اللہ تعالیٰ ستّر فرضوں کے ثواب جتنا عطا فرماتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور انعام اور شہر رمضان سے وابستہ ہے اور سال بھر کے باقی ایّام اس فضیلت سے محروم ہیں۔

صبر کا مہینہ

رسولِ اکرمؐ نے ماہِ رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیا۔ فرمایا:

"وھو شھر الصبر والصبر ثوابہٗ الجنّۃ۔"

(اور وہ صبر (ضبطِ نفس SELF CONTROL) کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب تو جنّت ہے) معلوم ہوا کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے صبر کا امتحان لیتے ہیں۔ کیا اس کی خاطر بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں؟ اس کی خاطر خواہشات نفس کو ترک کر دیتے ہیں؟ جھوٹ، غیبت، گلہ، گالی گلوچ ایسے بُرے افعال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں یا نہیں؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "من لم یدع قول الزور والعمل بہٖ فلیس للہِ حاجۃ ان یدع طعامہٗ وشرابہٗ۔"

(جو آدمی جھوٹ بولنا اور جھوٹے اعمال ترک نہیں کرتا، اللہ تعالےٰ کو ایسے انسان کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس کی خاطر بھوکا اور پیاسا رہے)۔

دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"رُبَّ صائم لیس لہٗ من صیامہ الا الظماء الا الجوع والعطش۔"

(بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزوں سے سوائے

فاقہ کشی اور بھوک اور پیاس سے کچھ میسر نہیں آتا۔

گویا آنحضرت نے صبر کے مہینے کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ اگر اللہ کی خاطر ہم نے اپنی مادی ضروریات کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو ضروری ہے کہ ہم ایسی تمام چھوٹی چھوٹی برائیوں سے بھی اجتناب کریں جو سال بھر ہم روا سمجھتے ہیں۔ تب صحیح معنوں میں ہم صبر اور ضبطِ نفس کا مظاہرہ کر سکیں گے اور اس کا انعام لازم و ملزوم جنت ہے۔ جب ہم صبر و ضبط کا دامن تھام لیں گے تو اللہ کی معیت حاصل ہو گی۔ "ان اللہ مع الصابرین" ــ اور جب اللہ مل جائے گا تو باقی کس چیز کی حاجت ہے۔"

غمخواری کا مہینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "وشھر المؤاساۃ وشھر یزادُ فیہ رزق المومن۔"

(یہ بھائی چارے، غُربا کی غمخواری اور مفلسوں کی چارہ سازی کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے)۔

یہ تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ رمضان المبارک میں ہر شخص امیر ہو یا غریب اپنی بساط سے بڑھ کر خرچ کرتا ہے۔ سحری پر الگ اہتمام ہے تو افطاری کے لیے پھلوں اور مشروبات کا انتظام ہوتا ہے۔ تنخواہ ہم رمضان المبارک میں بھی اُتنی لیتے ہیں، مزدور بھی اتنی ہی مزدوری لیتا ہے لیکن یہ عجیب معاملہ ہے کہ رمضان المبارک میں حتی المقدور سب اچھا کھاتے ہیں۔

"مواٰسات" کا معنیٰ ہی ہمدردی اور چارہ سازی کے ہیں۔ اس کا تجربہ یوں بھی ہوتا ہے کہ جب ہم خود بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کرتے ہیں تو اپنے غریب بھائیوں کی فاقہ کشی اور کلفتوں کا احساس ہوتا ہے

اور جب یہ احساس دامنگیر ہوتا ہے تو انسان غریبوں مسکینوں کی مالی اعانت پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ جہاں خود سحری اور افطاری کا خاص اہتمام کرتے ہیں وہاں غریبوں اور مسکینوں کا بھی پاس لحاظ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس بات کی ترغیب دی کہ ہم اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ غمخواری کا مظاہرہ کریں تاکہ سال بھر اس کی عادت پختہ ہو جائے۔ ترغیب کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ذکر یوں فرمایا:

"من فطر فیه صائماً کان له مغفرةً لذنوبه وعتق رقبتهِ من النار وکان لهٗ مثل اجرهٖ من غیر ان ینقصُ من اجرهٖ شیئٌ۔

(جو کسی روزے دار کی افطاری کا اہتمام کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اسے آگ سے آزادی مِل جاتی ہے اور اس کے لیے اس قدر اجر ہوتا ہے جس قدر روزہ دار کے روزہ چھڑانے کا مگر روزہ دار کا ثواب کم نہیں ہوتا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سُن کر سلمان فارسیؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسُول "لیس کلنا نجد ما نفطر به الصائمُ ــــ فقال رسول اللّٰهؐ یعطی اللّٰه هٰذا الثواب من فطر صائماً علٰی مذقةِ لبنٍ او تمرةٍ او شربةٍ من مآءٍ، من اشبع صائماً سقاه اللّٰه من حوضی شربةً لا یظما حتی یدخلْ الجنّة۔"

(ہم میں سے ہر آدمی کو یہ توفیق نہیں ہے کہ روزہ دار کی پُرتکلف افطاری کا اہتمام کر سکے، تو رسول اللہؐ نے فرمایا: جو آدمی ایک گھونٹ دودھ

ایک کھجور یا پانی کے ایک چلّو سے بھی کسی کا روزہ افطار کروا دے (کم سے کم افطاری)، تو اللہ اس کو سارا ثواب عطا کر دیتے ہیں اور جو آدمی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھلا دے تو اللہ اسے میرے حوضِ کوثر سے شراباً طہوراً پلائیں گے حتیٰ کہ جنّت جانے تک اُسے پیاس نہیں لگے گی)۔

صحابہ کا فقر ملاحظہ ہو کہ حسرت و یاس سے پوچھتے ہیں کہ حضرت جی ہم سب تو اس قدر مالدار نہیں ہیں کہ لوگوں کی افطاری کا پُر تکلف اہتمام کر سکیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمال مہربانی سے یہ اعلان فرماتے ہیں کہ اللہ صرف ایک کھجور، ایک پانی کے گھونٹ اور دودھ کی ایک چُسکی پر بھی یہی انعام عطا کرتے ہیں۔ یہ ساری رمضان المبارک کی فضیلتیں ہیں۔ اللہ کی رحمت کے خزانے لُٹ رہے ہیں۔ اس کے جُود و سخا کے بحرِ ذخار حرکت میں ہیں گویا چاہتے صرف یہ ہیں کہ تم ایک دُوسرے کی غمخواری اور چارہ سازی میں لگے رہو ہم تمہاری چارہ سازی کی ضمانت دیتے ہیں۔

پہلے دس دن باعثِ رحمت

اس خطبے کے آخر میں آنحضرتؐ نے فرمایا: وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ۔ "یہ وہ مہینہ ہے جس کے پہلے دس دن (پہلی دہائی) باعثِ رحمت ہیں۔" ــــــــ یہ سعادت اور فضیلت بھی رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کے حصّے میں نہیں آئی کہ الگ الگ اس کو تین حصّوں میں تقسیم کرکے ہر حصّے کی فضیلت بیان کی جائے۔ رمضان المبارک کے پہلے دس دن باعثِ رحمت ہیں۔ بعض احباب کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ رحمت کس بلا کا نام ہے۔ دراصل "رحمت"، لعنت کا اُلٹ ہے۔ جس آدمی پر اللہ کی لعنت

ہو وہ راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ اس کو خدا کی حاضری کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دُور کر دیتے ہیں۔ اللہ کی نظرِ کرم سے محروم انسان بدبخت ہوتا ہے اور وہ شیطان کا ساتھی تصوّر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی نافرمانی کے بعد فرمایا: "إن عليك لعنتي الى يوم الدين۔" گویا تجھے قیامت تک نیکی کی توفیق نہیں ہوگی۔ تو میری بارگاہ میں حاضری کے قابل نہیں، اس لیے غلطی پر اڑ گیا۔

"ابیٰ واستکبر و کان من الکافرین۔" تکبر از ازیل را خوار کرد۔

جب "لعنت" کا مفہوم واضح ہو جائے تو رحمت کا مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جسے اللہ اپنی بارگاہ کی حاضری سے محروم نہ کر دے، وہ اب بھی اسکی رحمت کے سائے میں ہے۔ اس لحاظ سے رمضان المبارک کے پہلے "دس دنوں" کو رحمت قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ مجھ جیسے گنہگار جو سال بھر اس کی بارگاہ سے دُور دُور رہتے ہیں، اُن کے لیے اللہ تعالےٰ ایسی سازگار فضا مہیّا کر دیتے ہیں کہ تھوڑی سی محنت اور کوشش سے وہ اپنا بھولا ہوا سبق ذکرِ الٰہی کا، پھر یاد کر سکتے ہیں۔ جب کسی کام کے لیے ماحول کی مناسبت میسّر آجائے اور چاروں طرف فضا سازگار ہو تو اس کام میں کوئی مشقت نہیں اُٹھانا پڑتی۔

مثال کے طور پر عرض ہے کہ کسان کو سخت گرمی کے موسم میں جب زمین کڑاکے کی گرمی سے جُھلس گئی ہو، کھیتوں کو پانی لگانا بہت مشکل ہوتا ہے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کھیت کی زیادہ سے زیادہ فصل پانی سے سیراب ہو جائے۔ مگر پانی کی مقدار تو اسی قدر ہوتی ہے جو محکمہ انہار نے ہر ہفتے کے لیے

متعین کی ہوتی ہے۔ لیکن اگر مین پانی کی باری کے روز یا ایک آدھ روز پہلے ہلکی بارش ہو جائے تو کسان معمولی سی محنت سے کھیت کی بیشتر فصل کو جلد جلد سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ ماحول میں پانی کی مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ جلی ہوئی زمین بارش کے پانی سے ٹھنڈی ہو گئی جہاں جس کھیت میں ایک گھنٹہ پانی لگانے کی ضرورت تھی وہاں صرف آدھ گھنٹہ میں کھیت سیراب ہو گیا۔ تو ثابت یہ ہوا کہ سازگار فضا میں ایک کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے پہلے دس دنوں کو انہی معنوں میں "باعث رحمت" قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور عنایت اپنے بندوں کی طرف ہوتی ہے۔ اس کے مقرب فرشتے آسمان کی وسعتوں سے اتر کر روئے ارض پر پھیل جاتے ہیں۔ شیطان قید ہو جاتے ہیں۔ جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ جس میں معمولی سے طبعی میلان سے انسان نیکی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ ہماری نظر میں یہی "اَوَّلُہٗ رحمۃ" کا مفہوم ہے۔

درمیانے دس روز باعثِ مغفرت ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"واوسطہ مغفرۃ"

رمضان المبارک کے درمیانے دس روز باعثِ مغفرت ہیں۔ مغفرت کے معنیٰ گناہوں کی بخشش ہے۔ گویا جب اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کو پہلے دس دنوں کی رحمت کے بہانے سے اپنے دروازے پر آنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اس کی نظرِ کرم کا وہ بندہ مرکز بن جاتا ہے۔ اس سایۂ شفقت میں پناہ لے کر کچھ یاد اللہ شروع کر دیتا ہے اور اس کی رحمت کو جوش آتا ہے اور جوشِ رحمت کا تقاضا

یہ ہوتا ہے کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آگیا ہے تو بھولا نہ کہیں۔ اس کی پچھلی خطاؤں سے درگزر فرمائیں، سو اللہ تعالےٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ گویا پچھلا نامۂ سیاہ قلم زد ہوا اور یہ بھی صرف رمضان المبارک کی کرشمہ سازی ہے کہ اس کے ہر دن، ہر رات اور ہر ہر ساعت کے کچھ اپنے انوار ہیں جن سے ہر صاحبِ دل فیضیاب ہوتا ہے۔ یہ فضیلت بھی رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کے حصّہ میں نہ آئی۔

آخری دس روز جہنّم سے آزادی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "وَآخرہٗ عتقٌ من النّار"۔۔۔ وَآخرہٗ عتق من النیران۔

"آخری دس روز جہنّم سے آزادی کے ہیں۔" جب رحمت سے مغفرت میں داخل ہُوئے گناہوں کی سیاہیاں کافور ہوگئیں، رُوح کا تزکیہ ہوگیا، اس کی لطافت بحال ہوگئی تو لا محالہ اس کا تعلق آگ سے رہ نہیں سکتا۔ تطہیر (PURIFICATION) کے عمل سے گزرنے کے بعد یہ اعلان کِتنا اہم ہے کہ اس مہینے میں تمہیں رُوح کی اُن منزلوں تک پہنچا دیتے ہیں جہاں انسان خدا کے عذاب کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ انعام و اکرام کا سزاوار بن جاتا ہے اور اس کی صفت غفاری کا بھرپُور اظہار یہ ہوتا ہے کہ جہنّم سے انسان کو آزادی دے دی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اور مژدہ سنایا:-

" مَن خفّفَ عن مملوکہٖ فیہ غفر اللہ وَاعتقہٗ من النّار۔" (کہ جو آدمی اس مبارک مہینے کی رعایت سے اپنے غلام

کے فرائض میں نرمی کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں اور آگ سے آزاد کر دیتے ہیں)۔

ع آدمیت احترام آدمی ـــــــ کے مصداق جو اپنے ماتحتوں سے شفقت اور محبت سے پیش آتا ہے انہیں رمضان کے احترام میں زیادہ محنت اور مشقت کے کام سے بچاتا ہے اللہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ کیا یہ رمضان کی فضیلتوں کا حصہ نہیں ہے ؟ ہے اور ضرور ہے۔

یہ رحمت، مغفرت اور آگ سے آزادی کا اعلان بھی صرف رمضان کے مہینے سے مخصوص ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا: "مغفرت اور "عتق من النار" میں فرق ہے۔ مغفرت یہ ہے کہ جرم معاف ہو جائے اور "عتق من النار" یہ ہے کہ اس معافی کے ثمرات مرتب ہوں۔ بعض دفعہ جرم باقاعدہ معاف ہو جاتا ہے مگر ابھی جیل خانے سے آنے میں دیر ہوتی ہے۔ معافی نامہ رجسٹری کر کے مجرم کو نہیں دیا جاتا تو اس کو مسرت و اطمینان کامل نہیں ہوتا۔ پوری کامیابی اور خوشی یہ ہے کہ ثمرہ بھی ظاہر ہو جائے ... قاعدہ یونہی ہے کہ خطا معاف کرنے سے پہلے مجرم پر رحم آتا ہے (اوّلہ رحمۃ) تو وہ رحم مغفرت کا سبب بنتا ہے (اوسطہ مغفرۃ) گناہ مٹ گئے تو پھر اس پر "عتق من النار" ہوگا۔"

ایک فضیلت تو آخری دس دنوں کی یہ ہوئی کہ اس میں جہنم سے

آزادی حاصل ہوتی ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس عشرہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔ ترمذی شریف میں ہے "کان یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرھا" ان دس دنوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم عبادت میں اس قدر سخت جدوجہد کرتے تھے کہ اس سے زیادہ سال کے کسی دوسرے حصّے میں اتنی مشقّت نہ اُٹھاتے تھے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ریاضت کو استعارۃً حضرت عائشہؓ نے یوں بیان فرمایا:

کان النبی اِذا دخل العشر شدّ مئزرہٗ واحیٰی لیلۃ وایقظ اھلہٗ (بخاری ومسلم) ـــــ" رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری دس دن رمضان کے شروع ہوتے تو اپنی چادر کو مضبوطی سے باندھ لیتے (کمرِ ہمت کس لیتے تھے) ساری رات جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔" چادر کس کر باندھنا" محاورہ ہے، جس کے ایک معنی ہیں کسی کام کے لیے مکمّل تیاری، دُوسرا معنی جو محدثین نے بیان کیا کہ ان آخری دس دنوں کی راتوں میں ازواجِ مطہرات کے پاس نہ جاتے تھے بلکہ ساری ساری رات خود بھی عبادت میں مصروف رہتے اور رات کے کسی حصّے میں ازواجِ مطہرات کو بھی جگا دیتے تھے تاکہ وہ بھی رمضان کی ان فضیلتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہوں، جو آخری دہے کا مقدر ہیں۔

جب خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کے آخری دس دنوں میں عبادت کا یہ اہتمام فرماتے ہوں تو ہم ایسے گنہگاروں پر لازم ہے کہ

ہم بھی رمضان المبارک کے ان دس دنوں میں عبادت اور ریاضت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ یہاں بخاری شریف کی ایک حدیث بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں :

کان النبیؐ لیقوم اَوْ لیصلی حتی تَرِمَ قدماہُ اَوْ ساقاہُ فیقال لَہٗ فیقول اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا (بخاری، باب التہجد)

" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو نماز تہجد میں) اس قدر لمبا قیام کرتے یا اتنی عبادت کرتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں اور پنڈلیاں متورم ہو جاتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجاہدے اور ریاضت کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ؟"

بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرمؐ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا ــــ لِمَ تَصْنَعُ ھٰذا یارَسُوْلَ اللہ وَقَدْ غَفَرَ اللہ لکَ ۔"

"اے اللہ کے رسولؐ ! آپ عبادت میں اس قدر محنتِ شاقہ کیوں کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام خطائیں معاف کرنے کی خوشخبری دے دی ہے۔ حضرت عائشہؓ کا اشارہ سورۃ" الفتح" کی اس آیت کی طرف تھا :" لیغفِرَ لَکَ اللہُ مَا تقدّم من ذنبکَ وَمَا تاَخَّرَ وَیُتِمُّ نعمتہ علیکَ " (الفتح : ۲)

حضرت عائشہؓ کے اس استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یَاعائشۃ اَفلا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا ـــ" کیا میں اپنے

پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ؟" گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ جس انسان پر اللہ کی جتنی نعمتیں بے پایاں اور بے حد و حساب ہوں تو اس انسان کو اپنے منعمِ حقیقی کا اتنا ہی زیادہ شکر گزار رہنا چاہیے۔ قرآن میں ہے :

" وَاِن تعدو نعمۃ اللہ فلا تحصوھا۔" اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکو گے ۔ سو عاجزی اور انکساری کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق رمضان شریف کے ان دس دنوں میں ہر انسان کو زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے ۔ جو جس قدر زیادہ غنی ہے، جو جس قدر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا زیادہ سزاوار ہے اُسے عبادت اور ریاضت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھنی چاہیئے۔ ایک مسلم کے لیے لازم ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ کی بے حد و حساب نعمتوں کی سپاس گزاری میں اپنی زبان سے، دل سے اور اپنے عمل سے شکر کا اظہار کرے ۔ شکر کے اظہار کے یہ طریقے اللہ اور اس کے رسُول نے ہمیں بتائے ہیں ۔ زبان سے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ جب اللہ کی کوئی نعمت کھائے تو " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " پڑھ کر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد کہے " : اَلحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین " ____ تمام تعریفیں اس اللہ عزّ و جل کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا ۔ نیا لباس یا جُوتا یا ٹوپی زیب تن کرے تو یوں شکر ادا کرے : اَلحمدُ

لِلّٰہ الذی کسانا ھٰذا ما اُوری بہٖ عورتی و اتجمل بہٖ فی حیاتی۔"

تمام حمد اور شکر گزاری کے جذبات اسی اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ لباس پہنایا جس کے ذریعے میں اپنے بدن کو ڈھانپتا ہوں اور زندگی میں اس سے زینت حاصل کرتا ہوں۔

بیت الخلاء سے باہر آئے تو یوں شکر ادا کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الاذیٰ وَعَافَانِیْ"۔

اللہ کے لیے تمام تعریفیں جس نے میری تکلیف کو دور کر دیا اور مجھے شفا عطا کی۔

دل سے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے، ہر دم اور ہر گھڑی دل ان احساسات سے لبریز ہو کہ میرے اللہ کا مجھ پر بے پناہ کرم ہے کہ اس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ حالانکہ بہت سے ایسے انسان ہیں جن کو یہ نعمتیں میسر نہیں ہیں۔ گویا انسان دل کی گہرائیوں سے اس کا اقرار اور اعتراف کرے کہ میں ان نعمتوں کا مستحق تو نہیں تھا، مگر پھر بھی آقا کی نوازشات ہیں جو مجھ جیسے گنہگار پر برس رہی ہیں۔

شکر ادا کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرے۔ اپنے بدن کے اعضاء سے یہ ثبوت مہیا کرے کہ اُس نے جو مجھ پر کرم کیے ہیں میں حتی المقدور ان کا سپاس گزار ہونے کے لیے پانچ وقت فرض نماز کے ذریعے، اشراق، چاشت، ضحیٰ، اوابین اور تہجد کے ذریعے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیا۔ "اِعْمَلُوْا آلَ دَاؤدَ شُكْرًا" اے آلِ داؤد اپنے عمل کے ذریعے سے (میری نعمتوں کے) شکر کا اظہار کرو۔ یہی وہ طریقہ تھا جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنایا۔

ایک بات جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ریاضت اور تہجّد کی اس مشقت سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جس بندے پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر انعام و اکرام زیادہ ہو اس کو اسی قدر اپنے پروردگار کا زیادہ شکر گزار ہونا چاہیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتوں کے مالک ہیں ——

وَ اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا —— (اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو حیطۂ شمار میں نہیں لا سکتے) سو ہمیں بھی رسول اکرمؐ کی طرح ان نعمتوں کی سپاس گزاری کے لیے عملی طریق (عبادت و ریاضت) اختیار کرنا چاہیے اور ماہ رمضان المبارک میں اس کا اہتمام زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے۔

فتوحاتِ رمضان المبارک

ہم بیان کر چکے ہیں کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کا نزول ہوا جس نے کائنات کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے اجالوں کی طرف رہنمائی کی۔ یہ فضیلت بھی رمضان المبارک کے حصّہ میں آئی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونے کا شرف بھی ماہِ رمضان المبارک میں حاصل ہوا۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلی وحی "اقراء باسم الذی خلق۔ خلق الانسان من

علق (پ ۳۰، ۱-۴) لے کر غارِ حرا میں حاضر ہُوئے۔ جو اس بات کا پیغام تھا کہ آج کے بعد جہالت اور ظلم کے اندھیرے چھٹ جائیں گے اور ضلالت و گمراہی کے سب راستے نُورِ ہدایت سے جگمگا اُٹھیں گے۔ یہ رمضان المبارک کی فتوحات ہیں۔ مگر ع

ایک پہلو یہ بھی ہے تاریخ کی تصویر کا

چشمِ فلک اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان ماہ رمضان المبارک میں اپنے دفاع کے لیے کُفر کے سامنے سینہ سپر ہُوئے، فتوحات نے ان کے قدم چُومے، وہ کامیاب و کامران لوٹے۔ حق سربلند اور باطل سرنگوں ہُوا۔ تاریخ اسلام کے بڑے بڑے معرکے رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے سر ہُوئے اور ان معرکوں نے انسانی تاریخ پر ایسے اَنمٹ نقوش ثبت کیے ہیں کہ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ اس تفصیل کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں مگر چند ایک کا ذکر ضروری ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدنی زندگی میں نو رمضان المبارک آئے جن میں سے ہر رمضان المبارک میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستے روانہ کیے اور بعض معرکوں میں خود سپہ سالاری کی۔

غزوۂ بدر

حق و باطل اور کفر و اسلام کے درمیان غزوۂ بدر اوّلین معرکہ تھا جو ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو پیش آیا۔ ۳۱۳ جاں نثاروں کی معیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے کفّار کے لشکرِ جرار کو شکست فاش دی۔ اللہ کی نصرت و تائید سے باطل مِٹ گیا، حق کا بول بالا ہوا۔ سورۂ انفال میں قرآنِ کریم نے اسے "یوم الفرقان" قرار دیا اور اللہ کی نصرت کی خوشخبری دی۔ (یوم الفرقان، یوم التقی الجمعان۔ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ۔ ۹)

فتحِ مکّہ غزوۂ بدر کی طرح فتحِ مکہ بھی تاریخِ اسلام کا ایک ایسا معرکہ ہے جس سے کفر جزیرۃ العرب میں ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ کو فاتحانہ مکّۃ المکرمہ میں داخل ہوئے۔ بُتوں کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے جاتے تھے، بُت منہ کے بل گر رہے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر قرآن کی اَبدی اور سرمدی حقیقت کا یہ اعلان تھا:

"جاء الحق و زھق الباطل، ان الباطل کان زھوقاً۔" (حق آگیا، باطل مِٹ گیا۔ بیشک باطل کا مقدر ہی مِٹ جانا ہے)

آج واقعی رمضان کی سعادتوں اور فضیلتوں کی بدولت لات، منات، ہبل اور عزیٰ جیسے جھوٹے خداؤں کی حکمرانی ختم ہو گئی اور توحید و سنّت کا بول بالا ہوا۔ "اِنا فتحنالك فتحاً مُبیناً" کا اعلان ہُوا۔ "و رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً" (آپ دیکھیں گے کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے) کا منظر لوگوں کے سامنے تھا۔ "اِذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطلقاء۔" (تم سب چلے جاؤ

میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے) کے اعلان نے یہ ثابت کر دیا کہ رسولِ رحمت نے رمضان المبارک کی ان برکتوں میں اس وقت معافی کا اعلان کیا جب کہ وہ بدلہ لینے کی قوت و طاقت رکھتے تھے۔

ابنِ عباسؓ سے روایت ہے: "دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح علی راحلتہ فطاف علیھا وحول البیت اصناما مشدودۃ بالرصاص، فجعل النبیؐ یشیر بقضیب فی یدہ الی الاصنام ویقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً ...حتی ما بقی منھا صنم"۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز اپنی سواری پر خانۂ کعبہ کے گرد چکر لگاتے تھے، بُت خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ سیسہ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہاتھ کی چھڑی سے اشارہ کرتے اور فرماتے "حق آ گیا، باطل مٹ گیا، باطل کا مقدر بلاشک مٹ جانا ہے۔" جس بُت کے منہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہ گردن کے بل گر پڑا اور جس بُت کی گردن کی طرف چھڑی کی وہ مونہہ کے بل گر پڑا۔ تا آنکہ کوئی بُت خانہ کعبہ کی دیوار پر باقی نہ رہا)۔

مسجدِ ضرار کا انہدام

وادئ قبا میں منافقین نے "مسجدِ ضرار" کی بُنیاد رکھی تھی تاکہ مسجدِ قبا کے نمازیوں کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے مُسلمانوں کے اتحاد اور یکجہتی کو پارہ پارہ کیا جائے۔ ان میں پھُوٹ ڈال کر انہیں افتراق و انتشار سے دوچار کیا جائے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے گزارش کی گئی کہ آپ تبرکاً و

تیمناً ایک نماز کی امامت کرکے اس کا افتتاح فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں آنے اور نماز ادا کرنے سے روک دیا اور فرمادیا کہ یہ مسجد "کفراً و تفریقاً بین المومنین" ہے۔ لہٰذا اس میں ہرگز تشریف نہ لائیے ——— لمسجد اسس علی التقوی من اوّل یوم احق ان تقوم فیه ——— مسجد قبا جس کی بُنیاد روزِ اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی آپ کے قیام کی زیادہ مستحق ہے۔ اس آگاہی پر رسولِ اکرمؐ نے فتنہ و فساد کی اسس بنیاد کو آگ کی نذر کردیا۔ یہ فضیلت بھی رمضان کا حِصّہ تھی۔

دستوں کی روانگی

عسکری اعتبار سے بہت سے اہم دستے (سرایا) تھے جنہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زندگی میں وقتاً فوقتاً دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اُن میں سے جو رمضان المبارک میں بھیجے گئے اور اپنی اپنی مہم میں کامیاب لوٹے، چند ایک یہ ہیں:

۱۔ ہجرت کے پہلے سال (سات ماہ بعد) ہی حضرت حمزہؓ کو تیس آدمیوں کا دستہ دے کر قریش کے قافلے کی ناکہ بندی کے لیے بھیجا گیا۔ ابوجہل کا قافلہ شام سے آرہا تھا۔ فریقین میں لڑائی کی تیاری ہوچکی تھی کہ مجدی بن عمرو الجہنی کی ثالثی سے فریقین میں صلح ہوگئی۔

۲۔ عمرؓ بن الخطمی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے عصماء بنت مروان یہودیہ کے خلاف بھیجا کیونکہ اسس نے مسلمانوں کو ایذا دی تھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوئی تھی۔

عصماء بنت مروان کو عمروؓ بن الخطمی نے رمضان میں قتل کیا۔

۳۔ فاطمہ بنت ربیعہ جو عرب میں بہادری، سرکشی اور اپنی قوم میں عزت و عظمت کے لیے ضرب المثل بن چکی تھی۔ امنع واعزّمن ام فرقۃ "پچاس تیغ بکف مرداس کی حفاظت کرتے تھے مسلمانوں کی سخت دشمنی تھی۔ زید بن حارثہؓ کو سات ہجری میں اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا جنہوں نے رمضان المبارک میں اس کو واصل جہنم کیا۔

۴۔ خیبر کے یہودیوں نے جنگِ احزاب میں مسلمانوں سے دغا کیا۔ کفارِ مکہ کے ساتھ مِل گئے۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ رسولِ اکرمؐ نے عبداللہ بن عتیق کو یہودیوں کے سردار سلام بن الحقیق کا قلع قمع کرنے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے اسے رمضان المبارک میں جہنم رسید کیا۔

۵۔ کعب بن اشرف یہودیوں کا بڑا سردار تھا۔ مدینہ طیبہ کی سرسبز و شاداب زمینوں اور ذاتی قلعہ کا مالک تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کا سخت دشمن۔ بنی اوس نے غیرت و حمیّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس دشمنِ اسلام کو رمضان المبارک میں مار ڈالا اور مدینۃ الرسول سے یہودیوں کا قصّہ پاک ہو گیا۔

۶۔ غالب بن عبدُاللہ لیثی کو نجد کے نواح میں "اہل منیعہ" کی طرف بھیجا گیا۔ اُنہوں نے 'اہل منیعہ کو ان کی اسلام دشمنی کا خوب مزا چکھایا۔ یہ بھی سعادت رمضان المبارک کے حِصّہ میں آئی۔

۷۔ فتح مکہ کے فوراً بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو "عُزّیٰ" بُت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے بھیجا۔ خالدؓ نے

عُزّیٰ نامی عورت کو قتل کر کے اس بُت کے پرخچے اڑا دیئے۔ یہ رمضان المبارک کی پچیسویں تاریخ تھی۔

۸۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سعدؓ بن زید انصاری الاشہلی کو مشہور بُت "مناتؔ" کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر مامور فرمایا۔ فتح مکہ کے چار روز بعد ۲۴ رمضان المبارک کو "منات" چکنا چُور ہوا۔

۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ بن العاص کو "سُواع" بُت کے توڑنے کا حکم دیا۔ عمروؓ بن العاص نے فتح مکہ کے چند روز بعد اس کا صفایا کر دیا۔

۱۰۔ حضرت علیؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حجۃ الوداع سے پہلے رمضان شریف میں ہی اہلِ یمن کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ حضرت علیؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہ نہ ملنے تو آپ نے ان کے خلاف اقدام کیا۔ سرکش واصل بہ جہنم ہوئے۔ باقی اسلام لے آئے۔ یہ بھی رمضان ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت علیؓ یمن سے سیدھے حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ جا ملے۔

اندلس کی فتح

سرزمین حجاز سے نکل کر مسلمانوں کے قدم ماہِ رمضان میں ہی یورپ کی سرزمین پر پہنچے۔ طارق بن زیاد اور اس کے ساتھی اپنے دوش پر اسلام کا پھریرا لہراتے ہوئے مغرب کی ظلم وستم سے چُور انسانیت کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوئے علامہ اقبالؒ نے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

یہ غازی، یہ تیرے پُراسرار بندے جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا　　سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

فتوحاتِ سندھ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے سے جو دستے سندھ کی طرف آتے رہے اُن کی آخر کار کامیابی کا سہرا محمدؒ بن قاسم کے سر رہا۔ راجہ داہر کے مقابلے میں محمدؒ بن قاسم کا سینہ سپر ہونا بھی ۷ رمضان المبارک ۹۳ھ کو ہوا — محمدؒ بن قاسم سرزمین سندھ و ہند میں غلغلۂ توحید بلند کرتے ہوئے ملتان تک پہنچا تو یہ بھی رمضان المبارک کی فضیلتوں کا اعجاز تھا۔

معرکۂ عینِ جالوت یا واقعہ شقحب تاتاریوں نے سرحد مصر سے لے کر دہلی تک تمام اسلامی دُنیا کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ بغداد کی تباہی درحقیقت اُمتِ مسلمہ کی تباہی تھی۔ مساجد و مدارس تک کو وحشی تاتاریوں نے گھوڑوں کے اصطبلوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ تاتاریوں کے اس سیلِ بے اماں کے سامنے سب سے پہلا بند "عینِ جالوت" کے مقام پر مصری اور شامی فوجوں نے باندھا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ بھی اس معرکے میں بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔ یہ معرکہ بھی ۲ رمضان المبارک ۷۰۲ھ میں سر ہوا۔ تاتاریوں کا شیرازہ تارِ عنکبوت ثابت ہوا۔ رمضان کی فضیلتوں نے ایک بار پھر باطل سے خراج تحسین وصول کیا اور تاریخِ انسانی ایک دفعہ پھر تہذیب و ثقافت کے نئے سبق سے آشنا ہوئی۔ اور ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔ کا اہتمام ہوا۔

قیامِ پاکستان دُنیا کے نقشہ پر سب سے بڑی اسلامی اور نظریاتی مملکت کا وجود بھی رمضان المبارک کی فضیلتوں اور برکتوں کا آئینہ دار ہے۔ برِصغیر کے مسلمانوں کی جدّوجُہد آزادی اور لاکھوں شہیدوں کا بے گناہ خُون رنگ لایا۔ آگ کے دہکتے الاؤں اور خون کے بہنے دریاؤں کو عبور کرتے ہُوئے مسلمانوں کے قافلے آخرکار اپنی منزلِ مقصودُ پاکستان، کی سرزمین پر جس روز وارد ہُوئے وہ روزِ سعید بھی رمضان المبارک کی فضیلتوں کا رہینِ احسان تھا مسلمانانِ برِصغیر کی آرزوؤں اور اُمنگوں کا محورِ پاکستان، ۲۷ رمضان المبارک کے دن لیلۃ القدر کی عظیم رات کو عالمی نقشہ پر ایک معجزہ بن کر جلوہ فروز ہُوا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت کو شکست فاش ہُوئی۔

اسرائیل کی شکست اسرائیل، مشرقِ وسطیٰ کے مُسلمانوں کے سینے کا ناسُور اور تمام عالمِ اسلام کے لیے سرطان سے کم نہیں۔ اسرائیل نے مصر پر چڑھائی کی اور صحرائے سینا کا بیشتر علاقہ ہتھیا لیا۔ رمضان المبارک ۱۹۷۳ء کی جنگ میں مصر نے ایک دفعہ پھر اپنی بہادری اور جوانمردی سے اسرائیل کو شکست فاش دی۔

مختصراً یہ کہ مسلمانوں نے رمضان المبارک میں جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی دشمن کو للکارا کامیابی وکامرانی نے اُن کے قدم چُومے۔ غرضیکہ ماہِ رمضان کو مادی، رُوحانی اور عسکری ہر اعتبار سے فضیلت حاصل ہے۔ جہاں دن کا روزہ رُوحانی بالیدگیوں کا امین ہے تو رات کا قیام گناہوں کا کفارہ اور بخششِ خداوندی کا سامان بھی۔ رمضان کی لشکرکشی اگر اہل

اسلام کے لیے یوم الفرقان' اور' فتح مبین' کی امین ہے تو اللہ تعالٰے کی رحمتوں بخششوں اور دوزخ سے چھٹکارے کی ضمانت بھی۔

پس اے اُمّتِ مسلمہ! شہر رمضان بڑی قیمتی یادوں کا خزینہ و دفینہ ہے۔ ہر سال ہمیں رسالتِ محمدیّہ اور ان کی رحمۃ للعالمینی کی یاد دلاتا ہے۔ یہ نزولِ قرآن کی سالگرہ ہے جو منبع ہدایت اور سرچشمۂ برکت و رحمت ہے۔ یہ لیلۃ القدر کا امین ہے جس کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ ان اسلامی فتوحات اور شجاعت و بسالت کے کارناموں کی روداد ہے جو ہر مسلمان کے لیے باعثِ تقویتِ ایمان و ایقان، باعثِ اتحاد و اتفاق اور قاطع نفاق و اختلاف ہے۔ اللہ ہمیں اس کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے اور اس کی فضیلتوں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ۔